

ڈاکٹر محمد اشرف کمال

صدر شعبہ اردو: گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج بھکر

اردو شاعرات ۱۸۵۷ء سے پہلے

ایک نسوانی تاریخ

Since old times women are writing poems. The primitive signs of poetry can be found in early Deccan poetry. Wherein a large number of poets and poetesses were living together. The first poetess who compiled her poetry was Mah Laqa Chanda Bai (1181H-1240H) she belonged to Deccan. Her Poetry book was compiled in 1213H (1798). Her real name was Chanda Bai, title Mah Laqa and her literary name was Chanda. Some Researchers are of the opinion that the first poetess having her poetry book was Lutfunisa Imtiaz, born in 1176H. According to them the poetry book of Lutfunisa was compiled a year before Mah Laqa.

انسان بحیثیت مرد اور عورت سوچنے سمجھنے اور لکھنے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہے۔ عورت کمزور و ناتواں سہی مگر تخلیقی کرب برداشت کرنے میں مرد سے زیادہ حوصلہ اور ہمت رکھتی ہے۔ اور اس حوالے سے وہ کئی مراحل سے گزرتی ہے جس سے مرد نہ گزرتا ہے اور نہ گزر سکتا ہے۔ شعر و ادب چونکہ انسانی جذبات و احساسات اور تخلیقی تجربوں کے اظہار کا نام ہے تو اس میں عورت مرد سے کیسے پیچھے یا کم تر ہو سکتی ہے۔ محسوسات اور جذبات عورت کے بھی ہیں۔ وہ بھی خواب دیکھتی ہے، خواہشیں رکھتی ہے اور محرومیوں اور ناآسودہ جذبات کا رونا روتی ہے۔ اردو شاعری میں بھی دوسری زبانوں کی طرح مرد شعراء کے ساتھ ساتھ خواتین شاعرات کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے۔ مگر بہت سی تہذیبی، معاشرتی، علاقائی رسم و رواج اور مذہبی حد بندیوں کی وجہ سے وہ مردوں کی طرح اپنے شعری جذبات کا کھلم کھلا اور برملا اظہار نہیں کر سکتی۔ ڈاکٹر نجمہ صدیقی لکھتی ہیں:

”معلوم تاریخ کے مطابق عورت اور لفظ کا رشتہ تقریباً تین ہزار سال سے قائم ہے۔ قدیم مصری تہذیب میں محفوظ شاعری کے نمونوں سے لے کر آج تک عورت نے انفس و آفاق کے درمیان پھیلی ہوئی اس دنیا میں جو سوچا، جو محسوس کیا ہے وہ ہماری ادبی تاریخ کا بہت اہم حصہ ہے۔ مظلومی اور محرومی سے شعور و آگہی اور اختیار و اعتبار کا یہ سفر اپنے جلو میں جدوجہد کی ایک روشن تاریخ لیے ہوئے ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کی اہمیت اور اس کے حق کا اعتراف کیا جائے۔“ (۱)

عورت اور مرد اس کائنات کا ناگزیر حصہ ہیں۔ مختلف اوقات میں دونوں کسی نہ کسی معاملے میں ایک دوسرے پر فوقیت بھی رکھتے ہیں۔ آری آج سے تین ہزار سال قبل جب اس دھرتی پر وارد ہوئے تو ویدوں کے آخری دور تک آتے آتے (جو ۹۰۰ ق۔ م

کے لگ بھگ ہے) ان دیوتاؤں اور ارضی دیویوں کی تعداد میں اضافہ ہو چکا تھا۔ واپج ہن دولت اور تقریر کی دیوی تھی اور پرتھوی دھرتی کی دیوی تھی، ارنیانی جنگل کی دیوی تھی۔ آغاز کار میں آریہ پدری نظام کے زیر اثر زیادہ تر دیوتاؤں ہی کی پرستش کرتے تھے لیکن بعد ازاں دیویاں جو مادری نظام کی علمبردار تھیں ابھر کر سامنے آتی چلی گئیں۔ (۲) مختلف ممالک اور علاقوں میں آج بھی دیوتاؤں کے ساتھ ساتھ دیویوں کی پوجا کی جارہی ہے جو عورتوں کی اہمیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بقول صفرا مہدی:

”شاعری سے خواتین کا رشتہ بہت پرانا ہے۔ یونان کی قدیم شاعرہ سیفیو کے لیے رگ وید کی کتنی ہی حمدیں عورتوں کی لکھی ہوئی ہیں۔“ (۳)

دکن کی سرزمین بہت عرصہ اردو زبان اور شعروادب کی آبیاری میں اہم کردار ادا کرتی رہی ہے۔ یہاں اردو کو سرکار اور دربار کی سرپرستی حاصل رہی جسے وہ دکنی کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ یہاں شاعروں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی اور شاعرات کی بھی۔ ڈاکٹر شبیہ الحسن لکھتے ہیں:

”اردو شاعری کے ابتدائی نقوش دکن میں تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ اس عہد میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین بھی شعروادب سے تمسک رکھتی تھیں۔ ان کی شاعری کا معیار یقیناً پست تھا تاہم ان کے اشعار کے عمیق مطالعہ سے ان کے جذبات کی گہرائی اور احساسات کی گیرائی کا اندازہ ضرور لگایا جاسکتا ہے۔“ (۴)

دکن ایک ایسا علاقہ ہے جہاں برصغیر میں سب سے پہلے اردو کو سرکار اور دربار کی سرپرستی حاصل رہی۔ ڈاکٹر روبینہ ترین اس حوالے سے لکھتی ہیں:

یہ علاقہ ولی جیسا کوئی اور بڑا شاعر تو پیدا نہ کر سکا البتہ اس علاقے کو یہ خصوصیت رہی کہ یہاں خواتین بھی شعروخن کی دنیا میں اپنی تخلیقات کے ذریعے شامل رہیں اور پھر اردو کی پہلی شاعرہ تو نہیں لیکن پہلی صاحب دیوان شاعرہ ماہ لقا چندا بائی (۱۱۸۱ھ تا ۱۲۴۰ھ) کا تعلق اسی سرزمین سے ہے۔“ (۵)

مغل حکمرانوں کی زبان فارسی تھی جس کی وجہ سے ہندوستان میں فارسی کا عمل دخل زیادہ ہوا۔ مگر جب ان کے رشتے ناتے ہندو مہاراجوں کے ساتھ ہوئے تو ہندی عورتوں کی وجہ سے فارسی اور ہندوستان کی مقامی زبانوں کا اختلاط ہوا۔ فارسی بولنے اور لکھنے والوں کی زبان میں ہندی زبانوں کی چاشنی شامل ہو گئی۔ نور جہاں زبان فارسی تھی اس کی شاعری کے نمونے اس دور کی یادگار ہیں۔ ”جلوہ خضر“ کی روایت کے مطابق اس نے اردو میں شعر لکھے ہیں:

دیں جگہ زخم جفا کو دل صد چاک میں ہم
دیکھیں گر کچھ بھی وفا اس بت بے باک میں ہم
نقش پا کی طرح اے راحتِ جانِ عاشق
تیرے قدموں سے جدا ہو کے ملے خاک میں ہم

ان اشعار کی زبان کی وجہ سے میں نہیں سمجھتا کہ یہ نور جہاں کے اشعار ہوں گے، شاید بعد میں کسی نے ان کے نام کے ساتھ

منسوب کر دیے ہوں۔ جلوہ خضر اور گارسین دتاسی کی روایت کے مطابق عالمگیر کی بیٹی زیب النسا جو کہ درس بانو کے بطن سے تھی، درس بانو مرزا بدیع الزماں عرف شاہنواز خان کی لڑکی تھی جو شاہان ایران کی نسل سے تھا۔ درس کا مقبرہ اورنگ آباد میں ہے جسے تاج محل ثانی کہا جاتا ہے۔ زیب النسا کے لیے اردو شعر کہنا اس لیے آسان تھا کہ عالمگیر کے عہد میں اردو نسبتاً پختہ ہو چکی تھی۔ (۶)

سلاطین بہمنیہ شاہی و عادل شاہی کی طرح سلطنت آصفیہ کے دور نے بھی اردو کی ترقی میں بھرپور حصہ لیا۔ ان کے عہد میں نہ صرف بڑے بڑے شعرا پیدا ہوئے جنہوں نے نظم و نثر کی کتابیں تصنیف کیں بلکہ دکنی شعرا کے تذکرے لکھنے کی بھی ابتدا ہوئی اور اسی دور میں ہی دکنی شعرا اور ادیب حیدر آباد میں جمع ہوئے۔ یہی وہ دور تھا جب یہاں کی شاعرات کا ذکر تذکروں میں ہونے لگا اگرچہ یہ بہت کم ہوتا لیکن کہیں کہیں شاعرات کے نام آنے لگے۔ اردو کی پہلی خاتون شاعرہ اس دور میں ماہ لقا چندا تھی جس کا دیوان ۱۲۱۳ھ بمطابق ۱۷۹۸ء میں مرتب ہوا۔ اس کا اصل نام چندا بائی خطاب مہ لقا اور تخلص چندا تھا۔ (۷) اس کے دیوان میں ۱۲۵ غزلیں شامل ہیں۔

چند ا کی ولادت ۱۱۸۱ھ کو ہوئی۔ اس کے والد کا نام بہادر خاں تھا جو موروثی طور پر بسالت خاں کے خطاب سے سرفراز تھا۔ وہ مرزا سلطان نظر کے فرزند تھے۔ مرزا سلطان نظر بسالت خاں، صلابت خاں اور معظم خاں کے خطابات سے نوازے گئے۔ مرزا سلطان نظر ترکی الاصل تھے ان کے والد مرزا محمد یار شہر بلخ کے نہایت معزز و عالی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مرزا محمد یار شاہجہان کے عہد میں ہندوستان آئے تھے۔ اور منصب داروں کے زمرے میں شامل ہو گئے۔ یہاں انھوں نے ہندوستان ہی میں شادی کر لی۔ جس کے بطن سے سلطان نظر پیدا ہوئے وہ سن شعور کو پہنچے تو شہزادے محمد اعظم شاہ کے ملازمین میں شامل ہو کر تین ہزاری منصب اور صلابت خاں کے خطاب سے نوازے گئے۔ اور دیوان خاص کے داروغہ مقرر ہوئے۔ بہادر شاہ اول کے مارے جانے کے بعد ان کے چاروں بیٹے اپنی بادشاہی قائم کرنے کی کوشش میں تھے سلطان نظر نے جہاندار شاہ کا ساتھ دیا۔ جہاندار شاہ نے فرخ سیر سے شکست کھائی تو سلطان نظر امیر الامراء ذوالفقار خاں کی کوششوں سے اپنے منصب پر ہی بحال رہے۔ امیر الامراء حسین علی خاں صوبہ جات دکن کے انتظامات کے لیے روانہ کیے گئے تو سلطان نظر ان کے ہم رکاب تھے۔ ۱۱۲۷ھ میں سلطان نظر ایک جنگ میں کام آگئے اور اپنی حویلی میں مدفون ہوئے۔ (۸)

چند ا کے نانا کا نام خواجہ محمد حسین تھا جو عہد محمد شاہ میں (۱۷۳۸-۱۷۱۹ء) میں قصبہ بارہہ سے دہلی آگئے تھے۔ خواجہ محمد حسین نے جب اپنی فضول خرچی سے سب کچھ اڑا دیا اور شاہی خزانے سے بھی خرد برد کی تو اپنی بیوی چندا بی بی (ماہ لقا چندا بائی کی نانی) اور پانچ اولادوں کو چھوڑ کر روپوش ہو گیا۔ ان کا گھرانہ مختلف برے حالات سے گزرتا ہوا آخر کار اورنگ آباد چلا گیا وہاں ان کی بڑی بیٹی میدا بائی عرف راج کنور بائی کی شادی بہادر خاں سے ہو گئی۔ بہادر خاں پہلے سے شادی شدہ تھے۔ جب ان کے ہاں ۲۰ ذی قعد ۱۱۸۱ھ کو میدا بی بی المعروف راج کنور بائی کے بطن سے ایک ماہ پیکر حور منظر لڑکی پیدا ہوئی تو ان کی عمر ۵۵ سال سے زائد تھی۔ اس لڑکی کا نام چندا بی بی رکھا گیا۔ (۹)

نصیر الدین ہاشمی نے پہلی صاحب دیوان شاعرہ لطف النسا امتیاز کو قرار دیا ہے ان کے مطابق لطف النسا کا دیوان مہ لقا کے دیوان سے ایک سال پہلے مرتب ہوا تھا۔ مگر وہ اس کا کوئی واضح ثبوت فراہم نہ کر سکے۔ (۱۰) ان کا دیوان ۱۲۱۲ھ میں چندا کے دیوان سے ایک سال قبل مرتب ہوا۔ (۱۱)

درج ذیل اشعار لطف النساء امتیاز کے ہیں (پیدائش ۱۱۷۶ء) جس کا دیوان چندا سے ایک برس پہلے مرتب ہوا تھا:

آب رواں ہو بندہ ہو اور گلخزار ہو
ساقی ہو جام اور بغل میں نگار ہو
شور صحرا میں مرے آنے کی کچھ دھوم سی ہے
عمل قیس کے اٹھ جانے کی کچھ دھوم سی ہے (۱۲)

چندا کا دیوان ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۸ء مرتب ہوا۔ چندا کے کلام میں سوائے غزل کے کوئی صنف شاعری نہیں ہے۔ اس کی ہر غزل ۵ اشعار پر مشتمل ہے جو روایت کی پابندی میں بھی ہے۔ لیکن غالباً اس کی پختن سے حسن عقیدت کا اظہار بھی ہے۔ جملہ ۱۲۵ غزلوں میں سے سات چھوڑ کر باقی ۱۱۸ غزل کے مقطعوں میں مدح حضرت علی موجود ہے۔ (۱۳)

چندا نے اپنے دیوان کا آغاز حمد اور نعت سے کیا۔ حمد یہ شعر ملاحظہ ہو:

کہاں طاقت ہے راہِ حمد میں جو ہو زباں گویا
کہ یاں جزِ عجز و خاموشی نہیں ہے یک جہاں گویا

(دیوان مہلقا بانی چندا، ص ۹۳)

دوسرا شعر نعت کا ہے:

نہ ہو نعتِ محمد میں کسی سے محفلِ آرائی
بچا رکھ ہرزہ گوئی سے زباں کو شمع ساں گویا

(دیوان مہلقا بانی چندا، ص ۹۳)

چندا کے دو شعر ملاحظہ کیجئے:

چندا کو دیکھنے کی جو خواہش کرے کوئی
رکھتا ہو وصف اپنے میں وہ عزو جاہ کا

(دیوان مہلقا بانی چندا، ص ۹۵)

ہر روز جو یوں ہی ستم ایجاد کرو گے
دل عاشقوں کے سینکڑوں برباد کرو گے

(دیوان مہلقا بانی چندا، ص ۱۴۶)

شاہ عالم ثانی کا زمانہ میر سودا انشا، مصحفی، جرأت اور رنگین کا ہے۔ اس زمانے میں دہلی اور لکھنؤ شعروادب کے مراکز تھے۔ ماحول کے اثرات کی وجہ سے خواتین بھی شعروخن سے دلچسپی رکھتی تھیں۔

بہادر شاہ ظفر کے دور میں بہت سی شاعرات صاحب دیوان ہوئیں افسوس کہ اکثر دیوان غدر میں تلف ہو گئے۔ اس عہد میں خواتین کے تذکرے بھی لکھے گئے جن میں خدیجۃ النساء، افکار خواتین اور سراپائے سخن قابل ذکر ہیں۔ (۱۴) بہت سی مغل شہزادیاں شاعری کرتی تھیں لیکن سماجی حدود و قیود کی وجہ سے ان شاعرات کا نام سامنے نہ آ سکا۔ نہ ان کی شاعری کو اہمیت دی گئی نہ ان کی شاعری محفوظ کی گئی۔

ہندوستان میں دہلی کے بعد لکھنؤ شعر و ادب کا دوسرا بڑا مرکز تھا جہاں اردو شعر و ادب نے شاہی سرپرستی میں پرورش اور نشوونما پائی۔ یہاں شعر و ادب کو تہذیب و ثقافت کا آئینہ دار سمجھا جاتا تھا۔

۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے واجد علی شاہ اختر کو لکھنؤ سے معزول کر کے کلکتہ بھیج دیا۔ وہاں میا برج میں نظر بندی کے دوران لکھنؤ کے بیشتر شعرا اور شاعرات بھی کلکتہ آ گئے اور وہاں لکھنؤ کی طرح محفلیں سبجے لگیں۔ ڈاکٹر الف انصاری لکھتے ہیں:

”اُن دنوں میا برج میں بادشاہ کے دربار میں ممتاز اور باکمال ادبا و شعرا اور شاعرات اپنے فن کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔ اس دور میں بادشاہ نے دربار کے بیشتر شعرا شاعرات کو خطابات سے نوازا تھا ان میں سات عظیم شعراء درخشاں، بہار، اشک، عیش، ہنر، برق اور صولت کو بادشاہ سب سے زیادہ کریم نام سے یاد کرتے تھے شاعرات میں عالم آرا بیگم عالم، حیدری بیگم قمر، عزت محل عشرت، بیگم رشک محل، سلطنت جہاں بیگم، محبوب، نواب صدر محل صدر، نواب بیگم حجاب اور بیگم حضرت محل سب کی سب واجد علی شاہ اختر کی بیگمات تھیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ بیشتر مغل بادشاہ شاعر تھے اور ان کی بیگمات اور شہزادیوں نے بھی شاعری کی ہے۔“ (۱۵)

عالم آرا بیگم عالم کی شادی واجد علی شاہ سے ہوئی ایک دیوان بیاض عشق ایک مثنوی ”مثنوی عالم“ لکھیں شاعرہ کے ساتھ ساتھ موسیقار بھی تھیں۔ آخری وقت تک میا برج کلکتہ میں رہیں۔ عبدالغفور نساخ نے بھی ان کے اشعار اپنی تصنیف میں درج کیے ہیں۔

بے قراری کیا بیاں ہو اس دل بے تاب کی

شور نالہ سے ہمارے عرش تھرانے لگا

حیدری بیگم قمر اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتی تھیں۔ عرفیت ماہ طلعت تھی۔ مرزا ہمایوں بخت کی صاحبزادی تھیں۔ نواب کے ساتھ کلکتہ آئیں اور ۱۸۶۵ء میں انتقال ہوا۔

نہ پوچھ اے ہم نشیں ہم سے شبِ فرقت کی بیتابی

الم ہے درد و حسرت ہے فغاں ہے آہ وزاری ہے

عشرت محل عشرت بادشاہ کے ساتھ کلکتہ آئی تھیں اور واجد علی شاہ کے حرم میں تھیں۔

گرمیء عشق نہ مانع نشوونما ہوئی

میں وہ نہال تھا کہ اُگا اور جل گیا

بیگم رشک محل پنجابی خاتون تھیں اور رقاصہ تھیں، بادشاہ کی شریک حیات روابتی شاعرہ تھیں، ان کا تخلص بیگم تھا۔

نہ بھیجوں گی سرال میں تم کو خانم
نہیں مجھ کو دوپہر ہے کھانا تمھارا

سلطنت جہاں بیگم محبوب کا تخلص محبوب تھا واجد علی شاہ کی بیگمات میں سے ایک تھیں۔ محبوب محل کا خطاب ملا۔ غزل کی شاعرہ تھیں اور عمدہ ادب کا ذوق رکھتی تھیں۔

نہ نکلی حسرت دل ایک بھی کہ موت آئی
ہمیشہ تڑپے گی تیرے لیے مزار میں روح

نواب صدر محل صدر بھی واجد علی شاہ کی بیگمات میں سے تھیں صاحب دیوان شاعرہ تھیں ان کا رنگ تغزل عشقیہ ہے۔ بادشاہ نامہ ان کی تصنیف ہے۔

حسرت و آرزوئے وصل درد و مصیبت فراق
سب کا ہے لطف الگ الگ سب کا مزا الگ الگ

نواب بیگم حجاب: کا تخلص حجاب اور چھوٹی بیگم عرفیت تھی۔ غازی الدین حیدر بادشاہ کی بھتیجی تھیں اور واجد علی شاہ سے نکاح ہوا۔ زندگی کے آخری ایام تک مکنتہ واجد علی شاہ کے ساتھ رہیں۔ صاحب دیوان اور منفرد لہجے کی شاعرہ تھیں۔

بن کے تصویر حجاب اس کو سراپا دیکھو
مونہ سے بولو نہ کچھ آنکھوں سے تماشہ دیکھو

بیگم حضرت محل واجد علی شاہ کی شریک حیات تھیں ان کا نام افتخار النساء بیگم اور حضرت محل تخلص تھا۔ وہ شاعرہ کے ساتھ ساتھ مجاہدہ بھی تھیں جنھوں نے جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لیا اور فوج کی قیادت بھی کی۔

نہ تخت اور تختہ اسیری نہ شہابی
مقدر ہوئی ہے جہاں کی گدائی (۱۶)

دہلی کو علم و ادب کے حوالے سے مرکزیت حاصل رہی۔ صغرا مہدی دہلی کی درج ذیل خواتین شاعرات کا ذکر کرتی ہیں:

بسم اللہ بیگم دہلوی: منشی انعام اللہ خاں یقین کی شاگرد تھیں اور جانِ جاناں مظہر (۱۶۹۹ء-۱۷۸۱ء) سے اصلاح لیا کرتی تھیں۔

تری الفت میں یہ حاصل ہوا ہے
گہے مضطر ہے دل گاہے تپاں ہے
نہ کیجئے ناز حسن عارضی پر
نہ سمجھو یہ بہارِ بے خزاں ہے

جینا بیگم: بنت مرزا جہاندار شاہ بہادر ولی عہد احمد شاہ دہلی (۱۷۷۷ء-۱۸۵۴ء) کی خاص محل اور مرزا رفیع سودا کی شاگرد تھی۔ ان کا یہ شعر ملاحظہ کیجئے:

ڈبڈبائی آنکھ آنسو تھم رہے
کاسہ زنگس میں شبنم رہے

یاد: یاد تخلص کرتی تھیں۔ نام کا پتہ نہیں چل سکا۔ خاندان تیموریہ کی شہزادی تھیں۔ مصنف نے ”شاعراتِ اردو“، ”افکارِ خواتین“ کے حوالے سے لکھا ہے۔ یہ مندرجہ ذیل شعر حالتِ نزع میں کہا ہے:

سرانجام غسل و کفن کر رکھو
تن زار سے جاں نکلنے کو ہے
(ص ۳۲، دہلی کی خواتین)

اختر: نواب اختر محل نام اور اختر تخلص تھا۔ تیموری شہزادی تھیں۔ ۱۸۷۶ء تک زندہ رہیں۔ نہایت ذہین اور نیک مزاج تھیں۔ ”تذکرۃ الخواتین“ اور ”شاعراتِ اردو“ میں اُن کا مندرجہ ذیل کلام درج ہے، قدسی کی غل کی تقصیم دیکھئے:

لکھ کر ہمارا نام زمیں پر مٹا دیا
لو آج ہم نے اُس کا بھی جھگڑا مٹا دیا

خفی: رام بابو سکسینہ اپنی کتاب ”History of Urdu Literature“ میں لکھتے ہیں۔ مسٹر بابو کی صاحبزادی تھیں۔ ہندوستانی نام بادشاہ بیگم تھا۔ یوسف والی کے لقب سے مشہور تھیں۔ مصنف ”شاعراتِ اردو“ اور مصنف ”تذکرۃ الخواتین“ نے بھی ایسے ہی لکھا ہے۔ ۱۸۷۷ء تک یعنی جب ”تذکرۃ اندازِ چمن“ لکھا گیا، زندہ تھیں۔ نمونہ کلام:

خود شوق اسیری سے پھنسے دام میں صیاد
شرمندہ ترے ایک بھی دانے کے نہیں ہم
جن سے ہم آشنائی کرتے ہیں
ہم سے وہ بے وفائی کرتے ہیں
خاکساری: دہلی کی ایک پردہ نشین خاتون تھیں۔ ۱۸۷۷ء تک زندہ رہی۔ نمونہ کلام:
مجھ کو کدورتوں سے ملاتے ہو خاک تک
کہہ دیجیے جو آپ کے دل میں غبار ہو

اشک: پورا نام معلوم نہیں۔ اشک تخلص تھا۔ دہلی کے شاہی خاندان سے تعلق تھا۔ صرف دو شعرا کی یادگار ہیں:

نہ بوسہ دینا آتا ہے ، نہ دل بہلانا آتا ہے
 تجھے تو او بُت کافر فقط ترسانا آتا ہے
 کسی عاشق کا بے شک استخواں ہے میں نہ مانوں گا
 کہ شانہ ترے رُخ تک اتنا بے باکانہ آتا ہے
 امراؤ: پورا نام حسین بیگم تھا اور امراؤ تخلص کرتی تھیں۔ دہلی میں قیام تھا۔ بہادر شاہ ظفر کی ایک غزل پر غزل کہی۔ جس کے دو
 شعر ملتے ہیں:

باغِ عالم میں چھڑانا تھا اگر اپنوں سے
 پہلے ہی سبزہ بیگانہ بنایا ہوتا
 گریہ منظور نہ تھی خانہ نشینی میری
 تو مجھے ساکنِ ویرانہ بنایا ہوتا

(ص ۳۴، دہلی کی خواتین)

سوی: ان کا تعلق خاندانِ تیموریہ سے تھا۔ غدر سے پندرہ، بیس سال پہلے پیدا ہوئیں اور صاحبِ تذکرہ جمیل کے بیان کے
 مطابق بہت دنوں تک زندہ رہیں۔ مندرجہ ذیل اشعار ان کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں:
 شور ہے اس کی بے وفائی کا
 بس نہیں چلتا کچھ رسائی کا
 دامِ زلفِ سیہ ارے توبہ
 نہ بنا ڈھب کوئی رسائی کا
 ناز: نام عالم آرا اور ناز تخلص تھا۔ خاندانِ تیموریہ کی شہزادی تھیں۔ غدر کے بعد بھی چند سال زندہ رہیں۔ عالمِ شباب میں شعر
 و شاعری کا شوق تھا۔ نمونہ کلام:

مجھ سے روٹھا وہ یار جانی ہے
 جان جانے کی یہ نشانی ہے
 کر غلامی علی کی تو اے ناز
 ہے اگر شوق بادشاہی کا

ثریا: نام بڑی بیگم اور ثریا تخلص تھا۔ مرزا علی خان کی اہلیہ تھیں جو شاہِ دہلی کے وظیفہ خوار تھے۔ ۱۸۵۷ء میں مرزا علی خان نے
 رحلت فرمائی۔ ثریا بیوہ ہو کر آگرہ چلی گئیں اور زندگی کے آخر تک وہیں قیام کیا:

بتا دیں ہم تمہارے کاکل شب گوں کو کیا سمجھے
 سیہ بختی ہم اپنی یا اسے کالی بلا سمجھے
 چسے دیکھا اٹھا کر نیم بیل کر دیا اس کو
 تری مڑگاں کو ہم سو خار مڑگانِ فضا سمجھے

مبارک: نام مبارک النساء، تخلص مبارک تھا۔ شاہ نجم الدین صغیر خلف شاہ نصیر کی بی بی تھیں، دہلی وطن تھا۔ ۱۸۸۰ء میں مکہ معظمہ چلی گئیں اور وہیں مستقل اقامت اختیار کر لی۔

مجھے کیا خوف محشر ہو مبارک دن قیامت کا
 پکڑ لوں گی میں گوشنہ دامنِ خاتونِ جنت کا

ماہ: یہ دہلی کی رہنے والی تھیں۔ جناب آسی صاحب مصنف ”تذکرۃ الخواتین“ نے انہیں ”صاحبِ دیوان“ لکھا ہے۔ دیوان ناپید ہے۔ کالے میاں نامی ایک بزرگ کی مرید تھیں۔ نمونہ کلام:

ماہ کے دل میں ترا نقشِ محبت جو ہے اے یار، مٹے گا نہ کبھی
 باغِ جنت بھی کوئی دیوے تو درکار نہیں، تیرے کوچے کے سوا

صاحب: اُمّۃ الفاطمہ نام اور صاحب تخلص تھا۔ عبدالباری کے بقول وہ لکھنؤ کی ایک مشہور شاہد بازاری پردہ نشین تھیں۔ بیمار ہو کر دہلی گئیں اور حکیم مومن خان مومن کی طرف رجوع کر کے علاج معالجہ شروع کیا۔ مومن خود حسن پرست تھے بجائے مسیحائی کے الٹا مریض ہو گئے۔ ان کے اشعار میں مومن کا رنگ جھلکتا ہے۔ وہی شوفی، وہی سوز و ساز، وہی رنگ اور بات میں بات نکالنے کا وہی ڈھنگ:

جو خط جبیں کا مرے کاتب ہے اسی کو
 دکھانا مرا نامہ اعمالِ الہی
 صاحب جو بتایا ہے وہ مانند زلیخا
 یوسف سا غلام اک مجھے دے ڈال الہی

حاتم: یہ ایک پردہ نشین خاتون تھیں۔ دہلوی تخلص تھا۔ ۱۲۹۳ ہجری تک زندہ تھیں۔ زیادہ حالات معلوم نہیں۔ نمونہ کلام:

مجھ کو کدورتوں سے جلاتے ہو خاک میں
 کہہ دیجیے جو آپ کے دل میں غبار ہے
 دشمن کا شکوہ تم نہیں سنتے نہیں سہی
 میرا ہی غم سنو نہ اگر ناگوار ہو

حیا: نام حیات النساء، عرف بھورا بیگم۔ شاہ عالم دہلی کی صاحبزادی تھیں اور شاہ نصیر کی شاگردہ تھیں۔ ابتدائے عمر سے شاعری سے شغف تھا، اسی شوق کے باعث عمر بھر ناکتخدا رہیں۔ غدر سے پہلے عہد بہادر شاہ ظفر میں انتقال ہو گیا۔ نمونہ کلام:

نہ کیوں حیرت ہو یارب وہ زمانہ آ گیا ناقص
حیا ڈھونڈے، نہیں ملتی برائے نام سو سو کوس

حیدری: تخلص حیدری، خانم نام تھا۔ بشارت اللہ خاں دہلوی مصاحب خاص بادشاہ دہلی کی اہلیہ تھیں۔ شعرون کا ذوق رکھتی تھیں۔ ستر برس کی عمر پائی۔ غدر ۱۸۵۷ء سے کچھ پہلے راہی عالم بقا ہوئیں۔ نمونہ کلام نہیں مل سکا۔ ایک شعر ملتا ہے

حیدری نام ہے تیرا کیا خوب
جو کہ تجھ سے پھرا وہ حیدر ہے

خورشید: تخلص خورشید اور غالباً نام بھی یہی تھا۔ دہلی کی ایک عصمت مآب سیدزادی تھیں۔ وہ ناکتخدا تھیں۔ ان کا ذکر تذکروں میں ملتا ہے۔ مرثیہ وغیرہ خوب کہتی تھیں۔ نمونہ کلام نہیں مل سکا۔

رعنائی: قدسیہ بیگم دہلی کی رہنے والی تھیں۔ ایک شعر ریختی کے انداز میں ملا جو درجہ ذیل ہے:

میں جانتی تھی آنکھ لگی دل کو سکھ ہوا
کم بخت کیسی آنکھ لگی اور دکھ ہوا
راویہ: دلی سیتارام بازار میں رہتی تھی۔ نہایت عمدہ شعر کہتی تھیں۔

ہوتی نہ محبت تو یہ آزار نہ ہوتا
دل عشق کے صدموں سے خبردار نہ ہوتا
دے اپنی محبت مجھے اے یار خدایا
کر دور دل زار کا آزار خدایا

ضرورت: شرف النساء نام، ضرورت تخلص تھا۔ اہلیہ مرزا کوچک جو دہلی کے ایک بزرگ نسل تیوریہ سے تھے۔ نعتیہ شعر کہتی تھیں:

سر سبز رہے باغ سدا دین نبی کا
مکی مدنی ہاشمی و مطلسی کا

طاہرہ: تذکرہ خواتین میں لکھا ہے کہ یہ دہلی کی پردہ نشین خاتون تھیں۔ اپنے کلام کو شائع کرانا پسند نہیں کرتی تھیں۔

ظلم صیاد کا گلشن سے عیاں ہوتا ہے پتے
پتے کی زباں سے وہ بیاں ہوتا ہے

زینت جان دہلوی: نازک تخلص کرتی تھیں۔ زمانہ اٹھارویں صدی ہے۔

موجود ہے ہر آن جو نزدیک ہمارے

وہ وہم و گماں سے بھی حقیقت میں پرے ہے

بُ: دلی کی ایک پردہ نشین طوائف تھیں۔ شاہ عالم ثانی کے عہد میں گلاب سنگھ آشفۃ اس پر فدا تھا۔ بُ بھی اس پر فریفتہ تھیں۔ یہ وہ شعر ہیں جو آشفۃ کے مرثیہ بطریق نوحہ خوانی بُ نے کہے تھے:

چھوڑ کر مجھ کو کہاں او بُت گمراہ چلا

تو چلا کیا کہ یہ دل بھی تیرے ہمراہ چلا

چھٹ گیا غم سے مرا کشتہ ابرو مر کر

اک چھری میرے گلے پر بھی مری آہ چلا

آرائش: دہلی کی ایک طوائف تھیں مگر پردہ نشینوں کو بھی مات کر دیا کہ مصنف ”تذکرہ چمن انداز“ کو اس کا حال، اُس کا نام، اُس کے زمانے کے بارے میں میں بھی نہیں معلوم ہو سکا۔ صرف ایک شعر مل سکا:

جوانی میں بھلی معلوم ہوتی تھی یہ آرائش

بڑھاپے میں تو مہندی مٹی کی ہے خاک زیبائش

مُغل: بیبا جان مُغل بنت امیر بیگم دہلی کی تھیں اور اہلی والی پہاڑی کے محلے میں رہتی تھیں۔ موسیقی میں مہارت کے ساتھ شعر بھی کہتی تھیں۔ نمونہ کلام:

جب کہ اُس قاتل نے قتل عام پر بانڈھی کمر

وائے ناکامی کہ واں خلق خدا تھی میں نہ تھا

زلف کے بوسہ پہ ناحق ہم سے برہم ہو گئے

یہ دل سودائی کی پیارے خطا تھی میں نہ تھا (۱۷)

درج بالا اردو شاعرات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اردو شاعری نہ صرف مردوں بلکہ عورتوں میں بھی مقبول تھی اور امراء وزراء کے ساتھ ساتھ شہزادیاں بھی شاعری کرنے کو اچھا سمجھتی تھیں۔

بہارستان ناز کے نام سے حکیم فصیح الدین رنج (وفات ۱۸۳۵ء) کا دلچسپ تذکرہ (مرتبہ خلیل الرحمن داؤدی) شاعرات کا تذکرہ ہے۔ جو ۱۸۶۴ء میں میرٹھ سے پہلی مرتبہ چھپا۔ اس کے بعد ۱۸۶۹ء، اور پھر ۱۸۸۲ء میں طبع ہوا۔ مجلس ترقی اردو نے اسے ۱۹۶۵ء میں شائع کیا۔ اس میں ۱۷۴ شاعرات کا ذکر ہے، اس میں گنتی کی چند شاعرات کے علاوہ بقیہ سبھی شاعرات طوائفیں ہیں۔ (۱۸) چند شاعرات کے اشعار ملاحظہ کیجئے:

گر مجھ کو سرِ کاکلِ خمدار نہ ہوتا
تو یوں میں بلاؤں میں گرفتار نہ ہوتا

(امراؤ)

شب بزمِ ملاقات میں ہر چند یہ چاہا
آنکھیں میں لڑاؤں کہیں اس رشکِ قمر سے
پر خوفِ مرے دل میں یہی آیا کہ ہے ہے
نازک ہے نہ دب جائے کہیں بارِ نظر سے

(بہو بیگم)

مٹاؤ نہ ہم کو بتو یوں خدا را
یہ سمجھو تو کس کے بنائے ہوئے ہیں

(پری)

نہ گھر کا ہوں نہ در کا ہوں نہ ہوں کوہِ ویاہاں کا
جنوں کا زور ہے سودائی ہوں زلفِ پریشاں کا

(جہان)

محبت کے عمل میں عاشقِ جاں باز رہتا ہے
نہیں خالہ کا گھر اس میں جو آئے جس کا جی چاہے

(جعفری)

جان و دل بیچتے ہیں ہم اپنا
ایک بوسے پہ لے لوستا ہے

(جان)

حضرتِ ناصح نہ بک بک کر پھرائیں سر مرا
قبلہ من! چپ بھی رہے بس نصیحت ہو چکی

(جباب)

بوسہ دیں گے نہ وہ تجھے زہرہ
منہ لگاتا ہے کون سائل کو

(زہرہ)

تھی وہ نگاہ یا کوئی ناوک کا تیر تھا!
ملنے ہی آنکھ رہ گیا میں کہہ کے ہائے دل

(سلطان)

بے جرم مجھ کو یار نے مارا ہے دوستو
اب دل ہی دل میں کہتا ہوں فریاد ہائے دل

(سردار)

یا تو گھر اس کے میں جاؤں گا یا آئے گا یار
وصل کے خواب کی بس ہیں یہی تعبیریں دو

(شرم)

پری زادوں میں تم مشہور، میں مشہور دیوانہ
اگر تم شمع محفل ہو تو یہ بندہ ہے پردانہ

(شیریں)

گرمی سوز جگر سے ہو گیا یوں جل کے خاک
یہ شرارت آتش رخسار سے قاتل نے کی

(شرارت)

رقیبوں کا جلنا کہاں دیکھتا تو
سماں یہ مرے گھر میں آیا تو دیکھا

(صاحب)(۱۹)

ماضی میں طوائفوں کے ہاں تعلیم، قص اور شعر و شاعری کا زیادہ رجحان نظر آتا ہے۔ خاص کر ۱۸۵۷ء سے پہلے لکھنؤ کا معاشرہ اس کا ایک معتبر حوالہ ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

”ماضی میں صرف طوائف ہی اتنی تعلیم یافتہ اور شعر و شاعری کے تخلیقی اظہار کے لیے شاعری کر سکتی تھی، گنتی کی صرف چند شہزادیاں یا اعلیٰ خاندانوں کی بیگمات یا بیٹیاں ملتی ہیں جیسے نواب اختر محل بیگم، نواب یوسف علی والی رام پور کے اہل خانہ میں سے بہو بیگم، نواب آصف الدولہ کی بیگم جان جانی، شاہ جہاں کی بیٹی ضہاں آراء، اورنگ زیب کی بیٹی زیب النساء مخنی اور شاہ عالم ثانی کی بیٹی حیات النساء حیات وغیرہ۔“ (۲۰)

جنوبی اور شمالی ہند میں اردو شاعری میں عورت مردوں سے پیچھے نہیں تھیں مگر بات حجاب کی تھی جس کی وجہ سے معاشرتی حدود و قیود نے اردو شاعری میں عورتوں کے ناموں کو سامنے نہ آنے دیا۔ شمالی ہند میں اردو شاعرات کے حوالے سے ڈاکٹر شبیرہ الحسن لکھتے ہیں:

”شمالی ہند میں بھی شاعرات کی کثیر تعداد موجود تھی جو جہابی دائروں میں رہتے ہوئے بھی شعر و ادب کی آبیاری میں

مصروف تھیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ بعض مستورات غالب سے اپنے کلام پر اصلاح لیتی تھیں۔ تاہم ایک سوال ہنوز حل طلب ہے کہ تمام تر صلاحیتوں کے باوجود آج تک میرو غالب کے معیار کی کوئی شاعرہ کیوں پیدا نہ ہو سکی؟“ (۲۱)

مختلف تذکروں سے اگر حقائق کو سامنے لایا جائے تو اردو شاعرات کی ایک بڑی تعداد بنتی ہے۔ مگر مرد شعراء کے مقابلے میں یہ پھر بھی بہت کم تعداد ہے۔ اس کی بنیادی وجہ معاشرتی جبر اور گھریلو دباؤ اور ہماری اقدار ہیں جن کی وجہ سے بہت سی خواتین میں شعری اور تخلیقی وادی صلاحیت ہونے کے باوجود مواقع میسر نہیں آتے کہ وہ اپنے تخلیقی جوہر کو سامنے لاسکیں۔ بعض ایسی خواتین بھی ہیں جو شاعری کرتی ہیں مگر وہ کسی کو دکھانے یا شائع کرانے سے شرماتی ہیں یا اپنے معاشرتی خوف کی وجہ سے اسے ظاہر نہیں کرتیں۔ یہ معاشرہ مردوں کا معاشرہ تصور کیا جاتا ہے جس میں عورت اس طرح آزاد نہیں ہے جیسے مرد۔

حوالہ جات

- ۱۔ نجمہ صدیق، ڈاکٹر، پیش لفظ مشمولہ، پاکستانی خواتین کے رجحان ساز ناول، اظہار سنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۱
- ۲۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اردو شاعری کا مزاج، مکتبہ عالیہ، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۶۷
- ۳۔ صفرا مہدی، پروفیسر، اردو ادب میں دہلی کی خواتین کا حصہ، اردو اکادمی دہلی، ۲۰۰۶ء، ص ۳۰
- ۴۔ شبیبہ الحسن، سید، ڈاکٹر، اردو شعروادب کی معمار خواتین، اظہار سنز، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۱۲
- ۵۔ روبینہ ترین، ڈاکٹر، ملتان میں لسانی تشکیلات کا عمل اور دوسرے مضامین، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۰۴ء، ص ۵۷
- ۶۔ وحیدہ نسیم، عورت اور اردو زبان، غضنفر اکیڈمی پاکستان، کراچی، ۱۹۹۴ء، ص ۴۱
- ۷۔ روبینہ ترین، ڈاکٹر، ملتان میں لسانی تشکیلات کا عمل اور دوسرے مضامین، ص ۵۷، ۵۸
- ۸۔ پیش لفظ از شفقت رضوی، دیوان ماہ لقا چندا بائی، مرتبہ شفقت رضوی، مجلس ترقی ادب، لاہور، اپریل ۱۹۹۰ء، ص ۵، ۶
- ۹۔ ایضاً، ص ۱۶، ۱۷
- ۱۰۔ بحوالہ، خواشی، ملتان میں لسانی تشکیلات کا عمل اور دوسرے مضامین، ص ۵۸
- ۱۱۔ نصیر الدین ہاشمی، دکنی کے چند تحقیقی مضامین، ص ۱۷۶ بحوالہ، دیوان ماہ لقا چندا بائی، ص ۴۴
- ۱۲۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، پاکستانی شاعرات، تخلیقی خدوخال، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۵۳
- ۱۳۔ پیش لفظ از شفقت رضوی، دیوان ماہ لقا چندا بائی، مرتبہ شفقت رضوی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۶، ۴۷
- ۱۴۔ صفرا مہدی، پروفیسر، اردو ادب میں دہلی کی خواتین کا حصہ، اردو اکادمی دہلی، ۲۰۰۶ء، ص ۸
- ۱۵۔ الف انصاری، ڈاکٹر، بیگمات واجد علی شاہ اختر کی ادبی خدمات، مشمولہ اسباق سہ ماہی، پونہ، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۷ء، ص ۷۰
- ۱۶۔ الف انصاری، ڈاکٹر، بیگمات واجد علی شاہ اختر کی ادبی خدمات، ص ۷۰ تا ۷۴
- ۱۷۔ صفرا مہدی، پروفیسر، اردو ادب میں دہلی کی خواتین کا حصہ، ص ۳۱ تا ۴۲
- ۱۸۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، پاکستانی شاعرات، تخلیقی خدوخال، ص ۵۳
- ۱۹۔ ایضاً، ص ۵۴ تا ۵۵
- ۲۰۔ ایضاً، ص ۶۵
- ۲۱۔ شبیبہ الحسن، ڈاکٹر، اردو شعروادب کی معمار خواتین، ص ۱۲